CHECKED - 1963

قصائد خاقانی

مع مقدمہ

[illegible]

برچیده از کتابخانه دیجیتال هندوستان http://dli.iiit.ac.in
باز تکثیر از کتابخانه کتاب فارسی http://www.KetabFarsi.com

قصائد حکیم خاقانی

معہ مقدمہ

یعنی

حسان العجم افضل الدین خاقانی شروانی کے

حالات زندگی اور اُن کے کلام پر

نقد و تبصرہ

اور

قصائد کا انتخاب

جس کو

جناب حافظ جلال الدین احمد جعفری زینبی

ایم۔آر۔اے۔ایس (لندن) نے

مرتب کیا

عبدالواسع جعفری کے اہتمام سے

۱۹۲۰ء

لیتھو انوار احمدی واقع الہ آباد میں چھپا

قیمت فی جلد عہ

فہرست مضامین مقدمہ و قصائد خاقانی

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
تمہید	۵	خاقانی کی رائے اپنی شاعری کے متعلق	۳۳
حکیم خاقانی کے حالات	۷	حکیم سنائی کے کلام کے خصوصیات	۳۴
خاقانی کی تصنیفات	۲۳	خاقانی کے ذاتی اوصاف	۳۵
خاقانی کی شاعری کی ابتدا	۲۴	کلام کے خصوصیات	۳۶
چھٹی صدی کے نامور شعرا	۲۵	خاقانی کے شاعری کا طرز	۳۸
چھٹی صدی کی قصیدہ گوئی کے خصوصیات	۲۶	خاقانی کی قادر الکلامی	۳۹
		خاقانی کی کلام کے عام فہم نہ ہونے کے اسباب	۴۰
چھٹی صدی کے تکلفات کے مٹانے کی طرف کس نے کوشش کی	۲۷	خاقانی کی بدیہہ گوئی	۴۰
		واقعہ نگاری	۴۱
خاقانی کے قصائد کے اقسام	۲۹	مناظر قدرت کی تصویر	۴۳
خاقانی کے متعلق ارباب تذکرہ کی رائیں	۳۲	اوصاف نگاری	۴۴
		صنائع و بدائع	۴۵

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
انتخاب قصائد خاقانی	۱	هر صبح سر ز گلشن سودا برآورم	۵۵
سر بر فقر ترا سر کشد بتاج رضا	۱	صبح وارم کآفتاب در نهان آورده‌ام	۶۰
ای پنج نوبه کوفته در دار ملک لا	۵	هر صبح پای صبر بدامن در آورم	۶۶
طفلی هنوز بسته به گهوارهٔ فنا	۱۰	هان ای دل عبرت بین از دیده نظر کن هان	۷۰
عروس عافیت آنگه قبول کرد مرا	۱۲	صبحدم چون کله بندد آه دود آسای من	۷۳
زد نفس سر بمهر صبح ملمع نقاب	۱۷	سنت عشاق چیست ترک عدم ساختن	۷۷
صفتی است حسن او را که بوهم در نیاید	۲۱	تا گذر راتق دل است نوبت غم داشتن	۷۸
مقصد اینجا است ندای طلب اینجا شنوند	۲۳	قحط وفا است در بنهٔ آخر الزمان	۸۰
شب روان از صبح صادق کعبهٔ جان دیده‌اند	۲۸	در کام صبح از ناف شب مشک است عمداً ریخته	۸۴
شب روان چون رخ صبح آئینه سیما بینند	۳۵	عید است پیش رزهٔ صبحدم مژده بجام آمده	۸۵
صبح ز مشرق چو کرد بیرق نور آشکار	۴۱	صبح خیزان بین بصدر کعبه مهمان آمده	۹۰
دل من پیر تعلیم است و من طفل زبان دانش	۴۱	پیش کز صبح برد وشقهٔ چتر عنبری	۹۴
صبح از حمائل فلک آهیخت خنجرش	۴۸	نثار اشک من هر شب شکر ریز است پنهانی	۱۰۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ بر قصائد خاقانی

تمہید

اقسام نظم میں قصیدہ سب سے ضروری نظم ہے۔ قدما میں کمال شاعری کا دار و مدار محض قصیدہ گوئی پر تھا۔ جو شاعر اس صنف پر جسقدر زیادہ قدرت رکھتا تھا اُسی قدر شاعری میں اُسکا مرتبۂ کمال زیادہ سمجھا جاتا تھا۔ چھٹی صدی ہجری میں جو قدما کے دور کا آخری زمانہ ہے ۔ قصیدہ گوئی کی ترقی معراج کمال پر پہنچ چکی تھی۔ اُس زمانہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کامل اساتذہ کا جس کثرت سے مجمع تھا اس کی نظیر آجتک نہیں مل سکتی۔ اُس زمانہ میں شاعر کے لئے صرف یہی ضروری نہ تھا کہ وہ فن شاعری میں کمال رکھتا ہو۔ بلکہ اُس کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ دیگر علوم متداولہ میں بھی پوری دستگاہ رکھتا ہو۔

جو لوگ شاہی خدمات پر ماسور تھے مثلاً ندیم ۔ وزیر ۔ امیر وغیرہ ۔ حتےٰ کہ حاجب ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو حکیم یا فاضل یا کسی فن میں کامل نہ ہو۔

وزرا و اُمرا جن لوگوں کو شاہی خدمات کے لئے پیش کرتے تھے پہلے خود اُس کی استعداد کا اندازہ کر لیتے تو پیش کرتے ۔ اور خود سلاطین بھی قابل اور اکثر اُن میں شاعر بھی تھے ۔ اور شعرا کی قدر کرتے تھے ۔ ان سلاطین میں سے آلِ سلجوق کے درباری شعرا کی تعداد سب سے زیادہ تھی ۔

اتابکان فارس کے شعرا میں ظہیر الدین فاریابی ۔ نظامی گنجوی ۔ اور خوارزم شاہی میں رشید الدین وطواط ۔ اور شاہان شروان میں منوچہری دامغانی خاقانی شروانی ۔ خواقین سمرقند میں امیر عمق غزنویہ میں حکیم سنائی ۔

ان شعرا میں حکیم انوری ۔ ظہیر فاریابی ۔ حکیم خاقانی ۔ نظامی گنجوی کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی ۔

باوجودیکہ دنیائے شاعری میں خاقانی بڑی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ۔ مگر تذکرہ نویسوں نے اُس کے حالات لکھنے میں بہت کوتاہ قلمی سے کام لیا ہے ۔ خصوصاً علامہ شبلی نے تو شعر العجم میں مشاہیر شعرا کی فہرست میں ان کا نام بھی نہیں لکھا ۔ اس لئے ان کے قصائد ۔ قطعات اور مثنوی

تحفۃ العراقین سے ان کے حالات اخذ کر کے لکھے جاتے ہیں۔ میں اپنے مکرم عنایت فرما جناب قاضی ممتاز حسین صاحب چوپوری کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ انھوں نے اس خدمت میں مجھے بہت مدد دی۔

حکیم خاقانی کے حالات

ابراہیم نام۔ افضل الدین لقب۔ ابی بدیل کنیت۔ خاقانی تخلص تھا۔ یہ سنہ ۵۰۰ھ میں پیدا ہوا۔

خاقانی ابھی بچہ ہی تھا کہ باپ نے اس کو اپنے سایہ عاطفت سے جدا کر دیا۔ اس کے چچا عمر ابن عثمان نے سات برس تک تعلیم و تربیت کی۔ علم لغت۔ ریاضی۔ فلسفہ اور فن شاعری میں اس کو ماہر کر دیا۔ جب خاقانی فن شاعری میں کامل ہو گیا تو اس کے چچا نے اس کو حسان العجم کا لقب عنایت فرمایا۔

خاقانی ۲۵ برس کا تھا کہ اس کے چچا کا انتقال ہو گیا۔ چچا کے مرنے کا اس کو سخت رنج ہوا۔ اس کا چچازاد بھائی امام وحید الدین عثمان جو اس کا ہمسبق تھا اور طب۔ نجوم۔ حکمت۔ علم الٰہی صرف و نحو وغیرہ میں اس سے بہت قابل تھا اس کے ساتھ رہنے لگا۔

خاقانی کو جوانی ہی میں تصفیہ باطن کا خیال آیا تو ملک السادات

امام شرف الدین محمد ابن مظہر علوی کے خدمت میں حاضر ہو کر ریاضات و مجاہدات کر کے تصفیہ باطن حاصل کیا۔

ابو العلاء گنجوی شاہ شروان خاقان کبیر جلال الدین اختسان منوچہر کے دربار میں ملک الشعرا تھا اور بڑی شان و شوکت اور قدر و منزلت رکھتا تھا۔ خاقانی نے شاعری ابو العلاء گنجوی سے سیکھی تھی۔ ابو العلا خاقانی پر نہایت مہربان تھا۔ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا۔ اسی کی وساطت سے خاقانی کی خاقان کبیر کے دربار میں رسائی ہوئی تھی۔

جب خاقانی کو جاہ و ثروت حاصل ہوئی۔ اور دور دور اس کی شہرت ہوئی تو اس کو غرور ہو گیا۔ وہ اپنے محسن اور شفیق استاد کے احسان کو بھول گیا۔ ان سے بے التفاتی کرنے لگا۔ ابو العلا کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ اور اس نے خاقانی کی ہجو کہی۔ خاقانی ان اشعار کو سن کر بہت ہی چراغ پا ہوا۔ لیکن ابو العلا استاد تھا۔ محسن تھا۔ کیا کر سکتا تھا۔ چند اشعار لکھ کر استاد سے معافی مانگی۔ مگر ابو العلا کا غصہ اور بڑھا۔ اور اس نے خاقانی کی پھر ہجو کہی۔ اب خاقانی کو بھی تاب نہ رہی اس نے بھی استاد کی ہجو لکھی۔ اس وقت سے خاقانی کے دل میں استاد کی طرف سے ایسی کدورت ہو گئی کہ آخر عمر تک نہ گئی۔

خاقانی کی طالب علمی کا زمانہ تھا کہ شروان میں سخت قحط پڑا۔ خاقانی نے عراق جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ شروان سے روانہ ہوا۔ قہستان ہوتا ہوا عراق پہنچا۔ بادشاہ شکارگاہ میں تھا۔ یہ شاہی لشکرگاہ میں گیا۔ اور کئی روز تک اس جستجو میں سرگرداں رہا کہ کسی شاہی مقرب سے ملاقات ہو جائے تو اُس کے ذریعہ سے شاہی دربار میں رسائی ہو جائے۔

ایک روز شام کو یہ لشکرگاہ میں چکر لگا رہا تھا کہ جمال الدین موصلی سے ملاقات ہو گئی۔ جمال الدین موصلی شاہ عراق کے دربار میں صدرالوزرا تھا۔ اور اتنا معزز و محترم سمجھا جاتا تھا کہ شاہِ عراق اس کو اپنا باپ اور خلیفہ اور اپنا بھائی کہتا تھا۔

جمال الدین موصلی اور خاقانی میں جو گفتگو ہوئی اُس کو خاقانی نے تحفۃ العراقین میں اس طرح نظم کیا ہے ؎

گفتا چہ کسی؟ و چیست نامت؟	اصلت ز کجا؟ کجا مقامست؟
گفتم متعلمے ست نادان	میلادِ من از بلادِ شروان
بودم چو خلیل عہدِ اول	فرزند درو گرے معطل
در غارِ بلا گزیدہ آرام	انگشت خرد مزیدہ مادام
در بتکدۂ ہوا رسیدہ	بر بہرزہ ہر بتے کہ دیدہ
در بند نجوم چاہ ماندہ	ہٰذا ربی خطاب راندہ

پس کرده بروی قبلهٔ راز — انّی وجّهت وجهی آغاز
رشک آمده چرخ را ز حالم — افگنده بدوزخ و بالم
پس چشمهٔ لطف بر گذشته — وان دوزخ من بهشت گشته
پس ساخته از پی منازل — در وادی عشق کعبهٔ دل
واخر ز برای قرب یزدان — فرزند ضمیر کرده قربان
گفتا بعراق چون فتادی — زان ناحیه چون برون فتادی
گفتم که در آن دیار پرشور — نان شیرین بود و آبها شور
آن خطّه بدست قحط اسیر است — جالیش نه محلّ ولیمه براست
بسیار اهلش آبهای ناخوش — بالاش مظالهای آتش
از صنعت چرخ دوست گردش — دوزخ ز برد جحیم گردش
غافل چه کند سواد خضراش — آن شهر که دوزخ است بالاش
بختم سفر عراق فرمود — زان آب و هوای قحط فرسود
چون راه عراق در کشیدم — نعمتکدهٔ بهشت دیدم
می پویم تا بجوار درگاه — بربوی قبول حضرت شاه
پروانهٔ خویش کن پناهم — تا راه دهد ببارگاهم
کان بارگه از چه مهر آرد — دارد همه چون سپهر مدار
گرچه ز حد ثنا است برتر — نگریزدش از چو من ثناگر

اس کے بعد ملک الوزرا نے خاقانی کو نصیحت کی اور سمجھایا کہ ہمارا بادشاہ بڑا دقیقہ رس اور خورده شناس ہے تو ابھی نو آموز طالب علم ہے۔ تیرا وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔ ابھی اور علم حاصل کرنا چاہئے۔ تاکہ یہ خامی دور ہو جائے۔ جب پختہ ہو جائے اُس وقت عراق کی طرف آنا۔

خاقانی نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے اتنا لمبا سفر کیا۔ جہاں قحط پڑ رہا ہو وہاں خالی ہاتھ کیا جاؤں۔ اگر لوگوں نے پوچھا کہ تو نے خواجہ سے کیا پایا تو کیا جواب دوں گا۔ ناکام لوٹا تو یہی کہنا پڑے گا کہ خواجہ منحوس تھا۔ اُس نے کچھ نہ دیا۔

اُس پر ملک الوزرا نے خاقانی کو ایک انگوٹھی دی۔ جس پر اسم اعظم کندہ تھا۔ اور ہدایت کی کہ تو اس انگوٹھی کو نہ کسی کو دینا نہ بیچنا۔ اپنے ہی پاس رکھنا۔

خاقانی کہتا ہے کہ میں نے وہ انگوٹھی لے لی۔ ملک الوزرا کا شکریہ ادا کیا۔ اور اُس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اور انگوٹھی لیکر عراق سے لوٹا۔ اور قہستان ہوتا ہوا نشتر میں آیا۔ وہاں سے شروان پہنچا۔ اُس انگوٹھی کے اثر سے بخار جاتا رہتا تھا۔ اور بچہ آسانی سے پیدا ہوتا تھا۔

جب اس انگوٹھی کی شہرت ہوئی۔ اور یہ خبر خاقان کبیر تک پہنچی۔ تو اُس نے فوراً قاصد بھیجا۔ اور انگوٹھی طلب کی۔ خاقانی نے انگوٹھی

دینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ بادشاہ کو انصاف کرنا چاہئے۔ زبردستی کسی سے چیز چھیننا سراسر ظلم ہے۔ بادشاہ نے کہلایا کہ اس کی قیمت تو مجھ سے جو مانگے گا میں دوں گا۔ حتے کہ اگر کوئی شہر مانگے گا تو اس کے بھی دینے میں تامل نہ کروں گا۔

خاقانی نے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ یہ مال وقف ہے مجھے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ میں اس کو دوں یا فروخت کروں۔

خاقانی کہتا ہے کہ میں جب اُس انگوٹھی کو پہن لیتا تو میری بہت قدر کی جاتی۔ چہرہ کی زردی اور دل کی کمزوری اُس سے دور ہو جاتی۔ میں اُس کو کبھی عمامہ میں کبھی جیب میں اور کبھی اپنے گھر کے کسی گوشہ میں رکھتا جب انگوٹھی کو اپنے پاس سے علیحدہ کرتا تو بدحواس سا رہتا۔ خیالات فاسدہ کا غلبہ ہوتا۔ حرص وطمع بڑھ جاتی۔ سلاطین و اُمرا کی مدح سرائی کی رغبت پیدا ہوتی۔ اور میں روزی کی طلب میں دردر مارا پھرتا۔

آخر میں ایک رات کچھ غور وفکر میں تھا کہ یکایک مجھے دنیا سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اور میں مست وحدت ہو گیا اور ہفت طبق مجھ پر روشن ہو گئے صبح کا وقت تھا کہ حضرت خضر ع سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے خوش ہو کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے اُن کے سامنے پیشانی زمین پر رکھ دی مجھے خیال آیا کہ یہ انگوٹھی حضرت خضر کو نذر کر دینی چاہیئے میں فوراً ہی

انگوٹھی لایا۔ میں نے اُن کے قدموں کو چوما۔ اور وہ انگوٹھی اُن کے نذر کر دی۔ انھوں نے پوچھا کہ یہ انگوٹھی کہاں سے تیرے ہاتھ لگ گئی۔ میں نے عرض کیا کہ عراق گیا تھا۔ وہاں خواجہ جمال الدین موصلی نے مجھے یہ انگوٹھی عنایت فرمائی۔ حضرت خضر نے مجھے ایک اور انگوٹھی دی۔ اور فرمایا کہ اس کو بائیں ہاتھ میں پہننا اور اُس کو داہنے ہاتھ میں۔ میں نے حضرت کا شکریہ ادا کیا۔

خاقانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خضر سے عرض کیا کہ حضرت یہاں آپ کے قدم رنجہ فرمانے کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا کہ کل رات کو کوہ لبنان پر میں ایک دعوت میں شریک تھا۔ وہاں قطب۔ غوث۔ ابدال۔ اوتاد وغیرہ سب جمع تھے۔ ایک سالک نے تیرے اشعار پڑھے۔ اُس سے لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی۔ میں نے بھی عمامہ کے ٹکڑے کر ڈالے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ شاعر کہاں کا رہنے والا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ شروان کا۔ اس کو نعت خواں خاقانی کہتے ہیں۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ ایسا قابل اور دنیاوی تعلقات میں گرفتار۔ اے خضر! آپ تشریف لیجائیں۔ اور اُس کو نصیحت کریں۔ میں صرف اسی وجہ سے آیا ہوں۔

اے خاقانی تو گوش ہوش سے ان نصیحتوں کو سن۔ سب نصیحتوں سے

بہتر یہ نصیحت ہے۔

جو زمانہ زہر قاتل ہے تو اس کو شہد نہ خیال کر۔ اس سے بچتا رہ۔ صبح کی بہار اور شام کا حسن تجھے فریب میں نہ ڈال دے۔ رات زنگی سیاہی ہے اور دن سپید دیو۔ یہ دونوں تیری تخریب میں ہیں۔ تو ان دونوں سے ہوشیار رہ۔ اُس شخص پر افسوس ہے جس کو آسمان عیش و خرمی کی خوشخبری سناتا ہے اور وہ اس کے فریب پر ایسا فریفتہ ہے کہ اسرار الٰہی کے دریافت سے باز رہتا ہے دنیا کے جھگڑوں میں ایسا پھنستا ہے کہ خواہشات جسمانی ہی میں اپنی عمر عزیز کو برباد کر دیتا ہے۔ جو لوگ ان زخارف دنیاوی میں گرفتار ہیں وہ نقصان اور فساد کے سوا کچھ نہ پائیں گے۔"

خاقانی کہتا ہے کہ جب حضرت خضر نے میرے دل کو وعظ و نصیحت سے گرمایا تو شرم سے میری نظر نیچی ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت خضر سے میں نے بہت سے علمی سوالات کئے۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ یہ سب شیطانی باتیں ہیں اس کو چھوڑ دے۔ خدا اور رسول کے احکام میں غور کر۔ اور روح کی ترقی کی فکر کر۔

خاقانی نے ۱۷ برس کی عمر سے پہلے شعر کہنا شروع کیا تھا۔ اسی عمر میں اُس کو دربار شاہی میں رسائی ہو چکی تھی۔ اُس نے اپنے بچپن ہی میں ابوالفتح فخرالدین شروان شاہ منوچہر کی تعریف میں یہ قصیدہ کہا تھا ؎

صفتے است حسن اوراکہ بوہم درنیاید　　روشے است عشق اوراکہ بگفت درنیاید

اس کے بعد ابوالفتح کا بیٹا خاقان کبیر جلال الدین اختساں شروان کے تخت سلطنت پر بیٹھا۔ خاقانی اس کی تعریف میں کہتا ہے۔

میوۂ دولت منوچہر است　　اختساں افسر کیان ملوک

خاقان کبیر خاقانی کی نہایت عزت کرتا تھا جس نے حکم دیا تھا کہ خاقانی کو ہر قصیدہ پر ہزار اشرفیاں انعام دی جائیں۔ اور وقتاً فوقتاً جو انعامات ملتے تھے وہ اس کے علاوہ تھے۔

خاقانی نے اپنے عمر میں دو بار حج کیا۔ پہلا حج ۲۰ برس کی عمر میں۔ دوسرا پچاس برس کی عمر میں۔ چونکہ خاقان کبیر اُس کو بہت عزیز رکھتا تھا یہ نہ چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے ایک دم کے لئے بھی جدا ہو۔ اسی لئے اس کو حج کے لئے اجازت لینے میں دونوں بار دقت ہوئی۔ دوسرے حج میں جب بادشاہ نے اجازت نہ دی تو اس نے شاہی ملازمت ترک کرنی چاہی۔ بادشاہ نے منظور نہ کیا تو بھاگا۔ گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔ ۷ ماہ قید میں رکھا۔

خاقانی نے اپنے اس مشہور نعتیہ قصیدہ میں اپنے پہلے اور دوسرے دونوں حج کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہر صبح سر ز گلشن سودا بر آورم　　از صور آہ بر فلک آوا بر آورم

امسال اگر ز کعبہ مرا باز داشت شاہ　　زیں حسرت آتشے ز سویدا بر آورم

گر بخت باز بر درِ کعبہ رساندم　　تکبیر این فریضہ بہ بطحا بر آورم
سی سالہ قرض بر درِ کعبہ کنم قضا　　کاحرام و حج و عمرہ مثنا بر آورم

خاقانی نے یہ مشہور قصیدہ بھی حالت قید میں لکھا ہے ؎

صبحدم چوں کلّہ بندد آہ دود آسائے من　　چوں شفق در خون نشیند چشم شب پیمائے من

خاقانی فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ گیا۔ اور روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ حضور کے مزار مبارک کے سرہانے کی خاک خاقان کبیر کے لئے لایا جس کا ذکر اس قصیدہ میں کرتا ہے ؎

صبحوارم کافتابے در نہاں آوردہ ام　　آفتابم کز دمِ عیسےٰ نشاں آوردہ ام
یعنی امسال از سرِ بالینِ خاکِ مصطفےٰ　　خاک مشک آلود بہرِ حرزِ جاں آوردہ ام
خاکِ بالینِ رسول اللہ ہمہ حرزِ شفاست　　حرزِ شافی بہرِ جانِ ناتواں آوردہ ام
وقف بازوئے من است این حرزِ نصرت شیم کش　　گرچہ زاول نام داوت بر زباں آوردہ ام

جب خاقانی حج سے واپس آیا تو ایک قصیدہ تہنیت عید میں خاقان کبیر کی بارگاہ میں پیش کیا جس کے ہر بیت میں لفظ عید کے لانے کا التزام کیا ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

رخسارِ صبح را نگر از برقعِ زرش　　کز دستِ شاہ جامۂ عید است در برش

خاقانی نے قید میں جو سختیاں اٹھائی ہیں اُن کا ذکر ان قصائد میں پورے طور سے کیا ہے۔

۱۔ فلک کج رو تر است از خط ترسا ۔۔ مرا دارد مسلسل راہب آسا

۲۔ ہر صبح سر ز گلشن سودا بر آورم ۔۔ وز صوت آه بر فلک آوا بر آورم

۳۔ ہر صبح پائے صبر بدامن در آورم ۔۔ پیکار چرخ گرد دل و تن بر آورم

۴۔ صبحدم چوں کلہ بندد آه دود آسائے من ۔۔ چوں شفق در خوں نشیند چشم شب پیمائے من

۵۔ راحت از راه دل چناں برخاست ۔۔ کہ دل اکنوں ز بند جاں برخاست

خاقانی کی بادشاہ کی ماں کی سفارش سے قید سے رہائی ہوئی۔ وہ قید سے رہا ہوتے ہی عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ رے پہنچا۔ ارادہ کر رہا تھا کہ خراساں ہو جائے۔ یکایک شاہ اخستان کا فرمان پہنچا کہ خاقانی کو رے میں روک لیا جائے۔ خراساں نہ جانے پائے۔ جب یہ حکم خاقانی کو سنایا گیا تو اس کو سخت غصہ آیا۔ اسی غصہ میں قصیدہ لکھا ؎

بخراساں شوم انشاء اللہ ۔۔ آں رہ آساں بروم انشاء اللہ

چہ نشینم لب با خانہ رے ۔۔ بخراساں روم انشاء اللہ

عندلیبم چہ کنم خارستاں ۔۔ بہ گلستاں روم انشاء اللہ

خاقانی ۳۰ سال سے اصفہان کے اکابر و عمائد سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے ؎

مدت سی سال است کز سر اخلاص ۔۔ زندہ چنیں داشتم وفائے صفاہان

جمال الدین موصلی۔ وزیر شاہ اصفہان۔ صدر الدین علی اصغر۔

اتابک اعظم وغیرہ سے اس کے گہرے مراسم تھے۔

وزیر عراق نے خاقانی کو خلعت عنایت کیا۔ تاکہ وہ شاہ عراق کی مدح میں قصیدہ لکھے۔ خاقانی نے خلعت کے شکریہ میں وزیر عراق کی تعریف میں قصیدہ لکھکر بھیجا۔ اُس میں کہا ہے ؎

دادن تشریف تو از پے تعریف شاہ
بر سر اثبات حصر کرد مرا نامدار

مادح اگر ذی الفضل ہست بعالم دگر
مثل تو ممدوح نیست شعر خروحق گذار

چھٹی صدی میں نجومیوں نے پیشینگوئی کی تھی کہ میزان بادی برج ہے۔ اُس میں ساتوں ستارے ایک درجہ میں جمع ہوں گے۔ اسکا اثر یہ ہوگا کہ زمین دھنس جائے گی۔ ہوا کا سخت طوفان آئے گا۔ اور اُس کا زیادہ تر اثر شمالی ملکوں پر پڑے گا۔ خاقانی جب عراق پہنچا تو اُس زمانہ میں اُس پیشینگوئی کا بہت چرچا تھا۔ خاقانی اس پیشینگوئی کو غلط کہتا تھا۔ ظہیر فاریابی نے اس کے تردید میں ایک رسالہ لکھا تھا۔ انوری کو اس پیشینگوئی کے درست ہونے پر اعتماد تھا۔ وہ اصرار کے ساتھ اس کی تصدیق کرتا تھا آخر جب راست نہ ہوئی تو سخت شرمندہ ہونا پڑا۔ اور لوگوں نے مضحکہ اُڑایا۔ خاقانی نے بھی ایک قطعہ کہکر انوری کا مذاق اُڑایا ہے ؎

می گفت انوری کہ شود باد ہا چنانکہ
کوہ گراں ز پائے در آید چو تندری

سالے گذشت و برگ نہ جنبید از درخت
یا مرسل الریاح تو دانی و انوری

خاقانی عراق سے خواجہ جمال الدین موصلی کے ساتھ محمد ابن محمود کے لشکرگاہ میں آیا۔ وہاں سے کوفہ ہوتا ہوا نجف اشرف آیا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے روضہ اطہر کی زیارت کرکے مکہ معظمہ پہنچا وہاں سے حج سے فراغت حاصل کرکے مدینہ منورہ آیا۔

خاقانی نے مکہ معظمہ میں پہنچ کر حسب ذیل قصیدے کہے۔

۱۔ زد نفس سر بمہر صبح ملمع نقاب ــــ خیمہ روحانیاں گشت معنبر طناب

۲۔ شب رواں از صبح صادق کعبہ جاں دیدہ اند ــــ صبح را چوں محرماں کعبہ عریاں دیدہ اند

۳۔ مقصد اینجاست ندائے طلب اینجا شنوند ــــ بختیاں را ز جرس صبحدم آوا شنوند

۴۔ صبح خیزاں بیں بعید کعبہ مہماں آمدہ ــــ جاں عالم دیدہ و در عالم جاں آمدہ

۵۔ الوداع اے کعبہ اینک وقت ہجراں آمدہ ــــ دل تنورے گشتہ وازدیدہ طوفاں آمدہ

۶۔ صبح از حمائل فلک آہیخت خنجرش ــــ کیمخت کوہ ادیم شد از خنجر زرکشش

خاقانی نے قصیدہ دوم میں بغداد سے مکہ تک کے منازل اور کعبہ کے مناسک کو بیان کیا ہے۔ اور چوتھا قصیدہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا ہے۔ پانچواں قصیدہ کعبہ سے رخصت ہوتے وقت کہا ہے۔ چھٹا قصیدہ بھی کعبہ کے سامنے کہا ہے۔ اور اس قصیدہ کو لوگوں نے وہاں آب زر سے لکھا۔

مدینہ منورہ سے خاقانی شام۔ موصل اور مصر ہوتا ہوا شروان آیا۔

خاقانی نے ۲۲ سال تک شاہی خدمات کئے۔

خاقانی جب دوبارہ مکہ معظمہ گیا تو وہاں ملک سیف الدین والی دربند سے ملاقات ہوئی۔ حج سے واپس آنے کے ایک سال بعد وہ دربند گیا۔ ملک سیف الدین نے خاقانی کی بڑی عزت کی۔ رخصت کے وقت خلعت گھوڑا۔ اور ایک ترک کنیز انعام میں دیا۔ خاقانی نے شکریہ میں یہ قصیدہ لکھکر پیش کیا ؎

چو آہ عاشق آمد صبح آتش معتبر ‏ ‏ سیماب آتشیں دہ دربادبان اخضر

اس کے بعد تہنیت عید میں یہ قصیدہ فی البدیہہ لکھکر پیش کیا ؎

مرا صبحدم شاہد جاں نماید ‏ ‏ دم عاشق و لب جاناں نماید

خاقانی جب دربند سے شروان واپس آیا اُس وقت اُس نے مثنوی تحفۃ العراقین کو نظم کرنا شروع کیا۔

خاقانی کے تین اولادیں تھیں دو لڑکی۔ ایک لڑکا۔ لڑکے کا نام رشید تھا۔ سب سے پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اُس کے ۲۰ برس بعد لڑکا پیدا ہوا لڑکا چودہ برس کا ہوکر ۱۲ دن بیمار رہ کر قضا کر گیا۔ خاقانی کو سخت صدمہ ہوا۔ اُس نے لڑکے کا مرثیہ نہایت دردناک لکھا ہے۔ اس سانحہ کے کچھ دن بعد لڑکی بھی مر گئی۔ اُس زمانہ میں اُس کی بی بی حاملہ تھی۔ خاقانی کو اپنی دو اولادوں کے مرنے کا بے حد ملال تھا۔ انھیں ایام میں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ لڑکی صرف تین دن زندہ رہ کر راہی ملک عدم ہوئی۔ ا

غم میں خاقانی کی بی بی نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ خاقانی ان واقعات سے بہت متاثر ہوا۔ اُس نے عراق چھوڑ دیا۔ بغداد چلا گیا۔ لیکن اس سفر میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ مجبوراً شروان واپس آیا۔

جب خاقانی شروان میں پہنچا تو عید نوروز کا زمانہ تھا۔ اُس نے شاہ اخستان کی تعریف میں تہنیت عید میں یہ قصیدہ لکھا۔ اس میں اپنے عراق کے مصائب کو نہایت حزم و احتیاط۔ ضبط و تحمل سے بیان کیا ہے سہ

بردار زنقش از برخ تا جان تازہ بینی　　　　وز نیم کشت غم بین قربان تازہ بینی

آخر عمر میں خاقانی نے تبریز میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور وہیں اُس کا انتقال ہوا۔ تبریز سے کچھ فاصلہ پر سرخاب ایک مقام ہے وہاں دفن کیا گیا۔ خاقانی ہی کے پہلو میں ظہیر فاریابی بھی مدفون ہے۔

سال تاریخ اکثر تذکروں سے ۵۸۲ھ معلوم ہوتا ہے حبیب السیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۹۰ھ تک زندہ رہا۔ یہ قول بہ نسبت اول کے صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس نے قزل ارسلان کی تعریف میں کئی قصیدے لکھے ہیں۔ اور اُسکا قصیدہ سنجر ثانی کی طرح میں ہے۔

انگریزی مورخین اُسکا سال وفات ۵۹۵ھ لکھتے ہیں۔

خاقانی نے ابتداے عمر میں کچھ دنوں تک شراب پی۔ مگر ۲۰ برس کی عمر میں جب اُس نے پہلا حج کیا تو خانہ کعبہ میں شراب خواری سے توبہ کی۔ پھر

مرتے دم تک اسکا نام بھی نہیں لیا۔

خاقانی پکا دیندار تھا۔ باوجودیکہ وہ حکیم اور فلسفی تھا مگر دینداری کے مقابلہ میں فلسفہ کی اُس کے نزدیک کوئی وقعت نہ تھی۔ شفا اور نجات حکیم بوعلی سینا کی فلسفہ کی مشہور کتابیں ہیں۔ خاقانی کہتا ہے کہ قرآن کو شفا اور سنت کو نجات سمجھنا چاہیئے ؎

قرآن شفا شناس کہ علیلیست بس متین   سنت نجات داں کہ صراطیست مستقیم

اُس کی طبیعت میں ظرافت اور شوخی بھی پائی جاتی تھی۔ وہ کینہ ور نہ تھا۔ اپنے دشمن کا بھی خیر اندیش تھا۔ وہ کسی ادنی کو اعلی مرتبہ پر ذلت کی نظر سے نہ دیکھتا تھا۔ ثنا گستری اور مدح طرازی اُسکا شعار ہے۔ لیکن اُس سے اُس کی غرض وہ نہ تھی جو عام طور پر شاعروں کی ہوتی ہے۔ یعنی طلب زر و نان۔ وہ عزت نفس کا پورا پورا خیال رکھتا تھا۔ اُس نے کبھی اپنے کسی ممدوح سے کوئی سوال نہیں کیا۔

خاقانی کی مدح سرائی کا دائرہ صرف سلاطین و نیا اُمرا و وزرا کا بر دنیا ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اُس نے ائمہ کبار۔ اکابر دین۔ خدا و رسول کی بھی نہایت جوش و خلوص سے تعریفیں کی ہیں۔ علما و فضلا کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اُن کی ملاقات کو اپنے لئے باعث شرف جانتا تھا۔ سیر و سیاحت میں جہاں گیا وہاں کے علما و فضلا کی خدمت میں ضرور حاضر ہوا۔ اُس نے

علما کی تعریف میں نہایت خلوص سے قصیدے لکھے ہیں۔

خاقانی کے زمانہ میں لوگوں کا اختلاف تھا کہ خاقانی بہتر ہے یا عنصری۔ محاکمہ یہ ہے کہ عنصری کا طرز غزل گوئی اچھا تھا۔ مدح اچھی نہیں کر سکتا تھا۔ خاقانی نے مدح میں وہ سحر بیانی کی ہے کہ اس کے ہمعصروں میں سے کسی کو بھی یہ فصاحت نصیب نہیں ہوئی۔ تصوف البتہ حکیم سنائی کا حصہ تھا۔ ایسا خاقانی کے کلام میں نہیں ہے۔ خاقانی خود بھی حکیم سنائی کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

خاقانی کی تصنیفات

اگرچہ خاقانی حکیم تھا۔ فلسفی تھا۔ ادیب تھا۔ دبیر تھا۔ مفسّر تھا۔ ہیئت داں تھا۔ ماہر لغت تھا۔ نجومی تھا۔ غرض تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ باوجود اس کے اس نے علوم اور فنون میں کوئی یادگار نہیں چھوڑی۔ اس نے اپنی عمر عزیز کا سارا حصہ جو تقریباً ۷۰ سال ہوگا شعر و شاعری کے نذر کر دیا۔

خاقانی کی صرف دو تصنیفیں مشہور ہیں۔ کلیات۔ مثنوی تحفۃ العراقین

کلیات کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد میں عربی۔ فارسی کے قصائد۔ اور تھوڑے سے ترجیع بند۔ کچھ قطعے۔ چند رباعیاں اور مثلث ہیں۔ دوسری جلد میں